طالب محسن

جنت کی چڑیا

(مشکوٰۃ المصابیح حدیث:۸۴)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت : دعی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلی جنازة صبی من الأنصار۔ فقلت یا رسول اللّٰہ ، طوبی لھذا، عصفور من عصافیر الجنة، لم یعمل السوء ولم یدرکہ۔ فقال : أو غیر ذلك ، یا عائشة ، إن اللّٰہ خلق للجنة أھلا ، خلقھم لھا و ھم فی أصلاب آبائھم ، و خلق للنار أھلا ، خلقھم لھا و ھم فی أصلاب آبائھم ۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچے کے جنازے کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اسے مبارک ہو، یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ نہ اس نے کوئی برا کام کیا اور نہ اسے اس کا شعور تھا۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ، یا معاملہ دوسرا ہے؟ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے جنت والے بناتے ہیں اور وہ ابھی اپنے آبا کی صلب میں ہوتے ہیں اور جہنم کے لیے جہنم والے بناتے ہیں اور وہ ابھی اپنے آبا کی صلب میں ہوتے ہیں۔''

لغوی مباحث

طوبی لھذا : ایک رائے یہ ہے کہ یہ 'طاب یطیب' سے افعل التفضیل کی تانیث کا صیغہ ہے۔ لغوی معنی خوشی،

شادمانی اور عمدگی کے ہیں۔ صاحبِ مرقاۃ نے ابنِ عباس کی یہ رائے نقل کی ہے کہ قرآن مجید میں یہ ترکیب 'فرح و قرۃ عین لھم' (خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک) کے معنی میں آئی ہے[1]۔ علاوہ ازیں انھوں نے 'طوبی' کے معنی کے بارے میں بھی مختلف آرا نقل کی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ حبشی زبان میں اور ایک رائے کے مطابق یہ ہندی میں جنت کا نام ہے۔ ان کے برعکس ایک رائے یہ ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ زمخشری کے نزدیک یہ 'بشری' اور 'زلفی' کی طرح مصدر ہے اور اسے 'سلام لك' اور 'سلاما لك' پر قیاس کر کے مرفوع یا منصوب قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر حال، یہ ترکیب یعنی 'طوبی لفلان' دعا بھی ہے اور مبارک باد بھی۔

عصفور: ہمارے ہاں جس پرندے کو چڑیا کہتے ہیں، عربی میں اس کے لیے 'عصفور' آتا ہے۔ اردو میں ان مواقع پر بالعموم پھول کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔ مراد جواب دہی، ذمہ داری اور سزا و جزا سے بریت اور ترددات و آزار سے پاک مسرت اور آزادی کا حصول ہے۔ ان اسالیب سے بچے کی معصومیت، اس کی کم عمری اور نیکی و بدی کے مراحل سے بری ہونے کے پہلو بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

لم يدركه: 'أدرك الشئ' کے معنی ہیں کسی شے کے قریب جا پہنچنا یا اسے حاصل کر لینا۔ اور 'أدرك المسألة' کے معنی ہیں کسی معاملے کو سیکھ لینا۔ یہاں یہ دوسرے معنی میں آیا ہے۔

أو غير ذلك: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ اردو کے جملے ''بات کوئی اور لگتی ہے؟'' کے ہم معنی ہے۔ اختلاف کے لیے اس طرح کا اسلوب ہم اس موقع پر اختیار کرتے ہیں، جب ہم دوسرے کی رائے کو غلط قرار دیے بغیر اسے صحیح بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کے ساتھ تعلق خاطر واضح ہوتا ہے۔ اس جملے کو 'أوُ غيرُ ذلك'، 'أوَ غير ذلك' اور 'أو غيرَ ذلك' بھی پڑھا گیا ہے۔

أصلاب: یہ 'صلب' کی جمع ہے۔ 'صلب' کے معنی سختی کے ہیں۔ یہ ریڑھ کی ہڈی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اسی سے یہ حسب و نسل کے معنی میں آتا ہے۔ عربی کا معروف محاورہ ہے: 'هو من صلب فلان' (وہ فلاں کی نسل سے ہے)۔

متون

اس روایت کے متون میں کوئی قابلِ لحاظ فرق نہیں ہے۔ محض لفظی فرق ہیں۔ بعض روایات میں راویوں نے اختصار سے واقعہ بیان کیا ہے۔ زیرِ مطالعہ متن مسلم سے ماخوذ ہے اور سب زیادہ مفصل متن یہی ہے۔ چند لفظی فرق یہ ہیں۔ اس

---

[1] سورۂ الرعد ۱۳: ۲۹۔

روایت کا آغاز 'دعی رسول اللّٰہ إلی جنازة صبی من الانصار' کے جملے سے ہوا ہے۔ دوسرے متون میں اس کی جگہ محض 'توفی صبی یا أتی بصبی من الانصار یصلی علیه' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ یہاں حضرت عائشہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب 'أو غیر ذلك' کے دل پزیر اسلوب سے شروع ہوا ہے۔ بعض راویوں نے اسے 'أو لا تدرین' کی صورت میں سادہ تنقیدی جملہ بنا دیا ہے۔ اسی طرح آخری جملہ 'إن اللّٰہ خلق للجنة أهلا و خلقهم لها......' کی جگہ 'أن اللّٰہ خلق الجنة و خلق النار و خلق لهذه أهلا ......یا خلق اللّٰہ للجنة خلقا فجعلهم لها أهلا' کے جملے مروی ہیں۔ ایک روایت میں 'صبی' کی جگہ 'غلام لم یبلغ السن' کے الفاظ آئے ہیں۔ غرض یہ کہ اس روایت کے تمام متون میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے اور ان کے اجزا بھی کم و بیش یکساں ہیں۔

معنی

اس روایت میں تین نکات حل طلب ہیں۔ ایک یہ کہ جنت کی چڑیا ہونے سے کیا مراد ہے؟ دوسرے یہ کہ بچوں کا انجام کس اصول پر ہوگا؟ تیسرے یہ کہ کیا نیکی و بدی بھی تقدیر سے متعلق ہے؟

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پہلی بات بہت سادہ ہے۔ ہم نے لغت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ یہ اسلوب بچوں کی معصومیت اور ان کے بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے کے پہلوؤں کو بیان کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات فطری نتیجہ سمجھتے ہوئے کہی ہے۔ بچے بے گناہ ہوتے ہیں۔ وہ گناہ و ثواب کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ جس طرح دنیا میں انسان بچوں کو ذمہ داریوں سے مبرا سمجھتا ہے۔ انھیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی سمجھیں گے اور اس انصاری بچے کو جنت میں بھیج دیں گے۔ چنانچہ روایت میں ان کا یہی استدلال نقل بھی ہوا ہے۔

دوسرا نکتہ ایک عام پوچھا جانے والا سوال ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ سوال پوچھا گیا ہے۔ لیکن آپ کے حوالے سے اس کے دو مختلف جوابات نقل ہوئے ہیں۔ مثلاً بخاری میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه قال: سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم عن اولاد المشرکین۔ فقال اللّٰہ إذ خلقهم أعلم بما کانوا عاملین۔ (رقم ۱۲۹۴)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ جب انھیں تخلیق کر رہا تھا تو اس بات سے سب سے زیادہ واقف تھا کہ وہ کیا اعمال کریں گے۔''

اس روایت میں وہی بات بیان ہوئی ہے جو بات آپ نے انصاری بچے سے متعلق زیرِ بحث روایت میں بیان کی ہے۔ ایک اور روایت دیکھیے:

عن علی رضی اللّٰہعنه قال : سألت خدیجة النبی صلی اللّٰه علیه و سلم عن ولدین ماتا لها فی الجاهلیة۔فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم : هما فی النار ۔ قال : فلما رأی الکراهیة فی وجهها ۔ قال : لو رأیت مکانهما لأبغضتهما ۔ قالت : یا رسول اللّٰه فولدی منك ؟ قال : فی الجنة ۔ قال : ثم قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : إن المؤمنین و اولادهم فی الجنة وإن المشرکین و اولادهم فی النار ۔ ثم قرأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِإِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔ (الطور۵۲:۲۱)

(احمد بن حنبل، رقم ۱۰۷۶)

''حضرت علی رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بیٹوں کے بارے میں پوچھا جو جاہلیت میں مر گئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وہ دونوں جہنم میں ہیں۔اس جواب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر ناگواری دیکھی ۔ آپ نے وضاحت کی کہ اگر تم ان کا مرتبہ دیکھتی تو تمھیں بھی ان پر غصہ آتا۔اس پر انھوں نے سوال کیا: پھر آپ سے جو میرا بچہ ہوا ہے اس کا کیا معاملہ ہے۔آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہے ۔ پھر آپ نے (اصول) بیان کیا : مؤمنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے اور مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں ہے۔(اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے) آپ نے یہ آیت پڑھی: وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِإِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (وہ جو ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملا دیا)۔''

دونوں روایتیں دو متضاد باتیں بیان کرتی ہیں۔ایک کے مطابق فیصلہ اللہ کے علم پر ہوگا اور دوسری کے مطابق مشرکین کی اولاد اور مومنین کی اولاد میں فرق کیا جائے گا۔

تیسری روایت دیکھیے :

عن الأسود بن سریع أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بعث سریة یوم حنین ۔ فقاتلوا المشرکین فأفضی بهم القتل الی الذریة ۔ فلما جاء وا، قال

''اسود بن سریع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے موقع پر ایک دستہ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے مشرکین کے ساتھ قتال کیا ۔ جنگ کی کیفیت انھیں بچوں (کے قتل) تک لے گئی۔پھر جب

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ما حملکم علی قتل الذریة ۔ قالوا: إنما کانوا أولاد المشرکین۔ قال: أو ھل خیارکم الا اولاد المشرکین۔ والذی نفس محمد بیدہ ما من نسمة تولد الا علی الفطرة حتی یعرب عنھا لسانھا۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۵۰۳۶)

یہ لوگ لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے بچوں کو کس سبب سے قتل کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا: یارسول اللہ وہ مشرکین کے بچے ہی تو تھے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمھارے بہترین لوگ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کوئی جان ایسی نہیں ہے جو فطرت (یعنی حق) پر پیدا نہ ہوتی ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی زبان سے واضح طور پر کچھ کہے۔''

یہ روایت درج بالا روایات کے بالکل برعکس بچوں کو خدا کی بنائی ہوئی فطرت پر قرار دیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا واضح مطلب یہی ہے کہ جب تک کوئی جان اپنے شعور و ارادہ کے ساتھ کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتی، اسے مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ غرض یہ کہ یہ روایت بالکل اسی بات کی حامل ہے جو قرآنِ مجید میں بیان ہوئی ہے۔ قرآنِ مجید واضح طور پر کہتا ہے: 'لیس للانسان الاما سعی'، انسان کے لیے اجر میں وہی ہے جس کی اس نے سعی کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: 'لا یظلمون فتیلا'، تم پر ریشہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ 'لا تزر وازرة وزر اخری'، کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ یہ آخرت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بیان کیے گئے اصول ہیں۔ قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اصولوں کو اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے ساتھ عہد کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معصوم بچوں کو محض اس پاداش میں کہ انھیں مشرک ماؤں نے جنم دیا ہے جہنم میں ڈال دیں گے، جب کہ انھوں نے کوئی برائی نہیں کی اور اس گھر میں پیدا ہونے میں بھی ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اسی طرح یہ بات بھی قرآنِ مجید کے تصورِ جزا و سزا کے منافی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے علم کی بنیاد پر سزا دیں گے۔ جس پروردگار نے دنیا میں کسی قوم پر عذاب بھیجنے کے لیے اپنے اوپر لازم کیے رکھا کہ وہ اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک رسول بھیج کر اتمام حجت نہیں کر دیں گے[۲]۔ جو پروردگار یہ کہیں کہ وہ بڑوں کو بھی صرف ان جرائم پر سزا دیں گے جن کا ارتکاب انھوں نے پورے شعور کے ساتھ کیا ہوگا[۳]۔ ان سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان بچوں کو جنھیں دنیا میں شعور و ادراک کے ساتھ کچھ

۲؎ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں بھیجا کرتے جب تک رسول مبعوث نہ کر لیں۔'' (الاسراء ۱۷: ۱۵)

۳؎ ولیس علیکم جناح فیما أخطأتم به ولکن ما تعمدت قلوبکم ''اس معاملے میں (بے علمی کے باعث) جو تم سے غلطی ہوئی ہے اس پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں البتہ تمھارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا اس پر مؤاخذہ ہے۔'' (الاحزاب ۳۳: ۵)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا، نا کردہ گناہوں کے جرم میں سزا دے دیں گے۔

قرآنِ مجید کے ان محکمات کی روشنی میں ہم پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات بیان کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے جرائم ہی پر سزا دیں گے۔ بچوں کے معاملے میں وہ وہی معاملہ کریں گے جو ان کے عدل و رحم کا تقاضا ہے۔

تیسرا سوال خیر و شر کے باب میں تقدیر سے متعلق ہے۔ ہم اس سے پچھلی حدیث کی شرح میں واضح کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ انسان کو اس معاملے میں کامل آزادی دے رکھی ہے۔ اس باب میں اس پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ وہ چاہے تو خدا کا شکر گزار بندہ بنے اور چاہے تو ناشکر گزار، 'اما شاکرا و اما کفورا'۔

رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ان متضاد روایات کی کیا حقیقت ہے۔ ہم اپنی استعداد کی حد تک سعی کے باوجود کسی مطمئن کرنے والے حل تک پہنچنے سے قاصر رہے ہیں۔ یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ راویوں کے سوءِ فہم کے باعث بات صحیح طریقے سے نقل نہیں ہو سکی۔ قرآنِ مجید کی مکی سورتیں ہوں یا مدنی، وہ ایک ہی بات اصرار کے ساتھ پیش کرتا رہا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال پر ہی سزا یا جزا ملے گی۔ لہٰذا یہ بات کسی طرح بھی تصور میں نہیں آ سکتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برعکس کوئی بات ارشاد فرمائیں گے۔

آخر میں ضمنی طور پر یہ بات بھی واضح رہے کہ بچوں کے انجام کے بارے میں قرآنِ مجید میں نفیاً یا اثباتاً کوئی بات بیان نہیں ہوئی۔ لہٰذا لازم ہے کہ یہ بات قرآنِ مجید کے عمومی اصول کے تحت ہی سمجھی جائے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کتابیات

بخاری، رقم ۱۲۹۴۔ مسلم، رقم ۴۸۰۵، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳۔ نسائی، رقم ۱۹۲۱۔ ابن ماجہ، مقدمہ/ ۷۹۔ ابوداؤد، رقم ۴۰۸۹۔ احمد بن حنبل، رقم ۱۰۷۶، ۹۸۵۱، ۱۵۰۳۶، ۲۳۰۰۲، ۲۴۵۶۰۔ ابن حبان ۱/ ۳۴۷، ۱۴/ ۷۴۔ سنن الکبری ۱/ ۶۳۳۔ الجامع لمعمر ۱۱/ ۱۲۴۔